# جنوبی ایشیا میں اقلیتوں کے حقوق

ریٹا منچندا

ترجمہ: ایم وسیم

مشعل

# جنوبی ایشیا میں اقلیتوں کے حقوق

ریتا منچندا

ترجمہ: ایم وسیم

مشعل بکس

آر-بی5، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور-54600، پاکستان

MashalBooks.org

# جنوبی ایشیا میں اقلیتوں کے حقوق

ریٹا منچندا

ترجمہ: ایم وسیم

کاپی رائٹ اردو ©2013 مشعل بکس
کاپی رائٹ انگریزی ©2009 ساؤتھ ایشیا فورم فار ہیومن رائٹس

ناشر: مشعل بکس
آر-بی-5، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،
لاہور-54600، پاکستان

فون و فیکس 042-35866859
Email: mashbks@brain.net.pk
http://www.mashalbooks.org

پرنٹرز: بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

قیمت: -/360 روپے

MashalBooks.org

# فہرست

| | |
|---|---|
| پیش لفظ | 5 |
| **باب اول** | |
| شناخت کی سیاست | 9 |
| **باب دوم** | |
| ریاست کا نظریہ اور مقصد | 57 |
| پاکستان | 59 |
| بنگلہ دیش | 75 |
| بھارت | 83 |
| بے دخلی کی زندہ مثالیں | 109 |
| بھارت | 111 |
| بنگلہ دیش | 133 |
| پاکستان | 146 |

MashalBooks.org

MashalBooks.org

# پیش لفظ

محمود ممدانی نے اپنی کتاب ''اچھا مسلمان، برا مسلمان'' میں لکھا ہے کہ موجودہ دور میں ثقافت کا معاملہ زندگی اور موت کا مسئلہ بن کر ابھرا ہے۔ کوئی بھی شخص ''کسی غلط جگہ پر'' داڑھی رکھنے یا برقعہ اوڑھنے کی حماقت کر کے زندگی سے ہاتھ دھو سکتا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف عالمگیر جنگ کے موجودہ زمانے میں ''تہذیبوں کے تصادم'' کے نظریے جس میں اسلام کو تشدد اور عدم برداشت کا ماخذ اور مسلمانوں کو دہشت گرد کے طور پر پیش کرنے کا تصور دیا گیا ہے کے ساتھ دوبارہ نسل پرستی اور نفرت انگیزی نے پوری شدت سے مغرب کا رخ کر لیا ہے۔ مسلمان مردوں، بچوں اور بڑوں دونوں کو نسلی شناخت کی بنیاد پر دہشت گرد قرار دینے سے مسلمانوں کو اپنے ملکوں اور بیرون ملک ہر جگہ بالخصوص کثیر نسلی معاشروں میں بڑے خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔ مختلف نسلوں کے درمیان کھینچا تانی اور نسلی تشدد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ جس کے وجہ سے بقائے باہمی کے لئے سماجی اور سیاسی گنجائش جبکہ کثیر الثقافت اور رواداری کے عناصر میں سکڑاؤ آیا ہے۔

جنوبی ایشیا دنیا کی بیشتر مسلم آبادی کا مسکن ہے۔ خطے کے 3 ملکوں بنگلہ دیش، مالدیپ اور پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ بھارت کی ایک ارب سے زائد آبادی کا 80 فیصد ہندو ہیں جبکہ اس وسیع و عریض ملک میں تقریباً 12 کروڑ مسلمان بھی ہیں۔ اگر چہ بھارت میں ہندو مسلم

تعلقات بمشکل مثالی بقائے باہمی کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ دائیں بازو کی ہندو قوم پرست قوتوں کی سیاست میں مستحکم جگہ بننے سے لرزہ براندام بین النسل ہم آہنگی پر گہری چوٹ لگی ہے۔ دوسری طرف ہم بھارتی مسلمانوں کے اندر بھی انتہا پسند گروپوں کو ابھرتے دیکھ سکتے ہیں۔ بھارت میں بین النسل تعلقات مسلسل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں کیونکہ بھارت کے اندر ہونے والے ''دہشت گردی'' کے تقریباً ہر واقعے میں ''پاکستانی ایجنسیوں'' اور مسلمانوں کی شرکت ''نظر'' آتی ہے۔ بھارت میں ایک طاقتور اور بااثر لابی یہ یقین رکھتی ہے کہ پاکستان ایک ''خودسر'' ریاست ہے جو ''دہشت گردی'' کو فروغ دے رہی ہے۔

نسل پرستی اور نفرت انگیزی دونوں دراصل عدم برداشت کی سیاست کا جڑواں اظہار ہیں۔ دائیں بازو کی سیاست ہر جگہ پر عدم برداشت کے کلچر کو فروغ دیتی ہے۔ پاکستان میں اس نے شیعہ سنی فرقہ وارانہ تشدد اور احمدیوں سمیت دیگر غیر مسلم برادریوں کے خلاف امتیازی سلوک کی شکل اختیار کر لی ہے۔ بنگلہ دیش میں اس کا ظہور ہندوؤں، بودھوں، عیسائیوں اور چٹاگانگ کی ترائیوں میں آباد مقامی قبیلوں کے خلاف امتیازی سلوک کی صورت میں ہوا ہے۔ سری لنکا میں سنہالی بودھوں کے احساس برتری نے تاملوں کے ساتھ بدسلوکی سے صرف نظر کر رکھا ہے جس سے مکالمے کے ذریعے مسئلے کے حل کا امکان تقریباً ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ اسی طرح نیپال میں عدم برداشت کا کلچر پہاڑوں اور اس کی ترائیوں میں مقیم بڑی آبادی کے شہری حقوق سے انکار کی شکل میں سامنے آیا ہے۔

دنیا کے کسی اور مقام کی طرح جنوبی ایشیا میں ''اقلیت'' ایک سیال شناخت کی حامل ہے۔ زبان، ثقافت، مذہب اور نسل اس کے عوامل ہیں ہی لیکن زیادہ اہم عوامل ''کمتری'' اور ''کمزوری'' کی کیفیت ہے۔ گزشتہ پانچ دہائیوں کی ریاست اور قوم بنانے کی تاریخ اس تاثر کو ثابت کرتی ہے کہ جمہوریتیں دراصل اقلیتوں کو جنم دیتی ہیں۔ قوم یا ریاست اکثریت پسند تصورات ہیں۔ یہ دونوں طاقت کو بھی تقویت پہنچاتی ہیں۔ طاقت کے اداروں تک رسائی یا ان پر کنٹرول، طاقتوں کے ماخذوں سے دوری اور رسائی سے انکار اکثریت اور اقلیت کے مابین فرق کو ظاہر کرتا ہے۔

اس کتاب میں جنوبی ایشیا کے ممالک میں ''اقلیت'' کی حقیقت کی واضح تفصیل بتائی گئی ہے جہاں اس میں اقلیتوں کے تحفظ کیلئے کمزور آئینی اور قانونی فریم ورک کی نشاندہی کی گئی ہے وہاں نئی

MashalBooks.org

اقلیتوں کے جنم اور اقلیتوں کے اندر اقلیتوں کی صورتحال پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب میں مقتدر اشرافیہ کے نام نہاد ''مقبول جذبات'' کے سامنے ارادتاً سرنگوں ہونے کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے جبکہ اقلیتوں کے تحفظ کے بین الاقوامی قانونی میکانزم انسانی حقوق کے معیارات اور عالمگیر اقدار کے سامنے اس اشرافیہ کی کمزوری کا بھی پردہ چاک کیا گیا ہے۔

اسی کتاب میں اقلیتوں کے حالات میں بہتری کیلئے کی جانے والی کوششوں اور خطے میں قدیم مقامی باشندوں کی صورتحال بالخصوص ''خودمختاری'' کے قوانین اور معاشرے میں وفاقیت سے متعلق اداروں کی مضبوطی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ ایسے اداروں نے جہاں یورپ میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے۔ وہاں جنوبی ایشیا میں یہی ادارے کمزور اور غیر واضح کیوں ہیں۔ دراصل وفاقیت پر مبنی رویوں کے مطالبے کے خلاف یہاں شدید مزاحمت پائی جاتی ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جہاں یورپ میں قوم اور ریاست سازی کے عمل سے ''اقلیتوں'' کیلئے جغرافیائی پناہ گاہیں پیدا ہوئی ہیں وہاں جنوبی ایشیا میں نہ صرف مذہبی اقلیتیں مخصوص پناہ گاہوں میں مرتکز نہیں ہیں بلکہ خطے بھر کے ملکوں کے مختلف علاقوں میں منتشر ہیں۔ آدی واسیوں/ جنا جاتیوں اور لسانی اقلیتوں کے تحفظ کے مسئلے میں طاقت کی نچلی سطح تک حقیقی تقسیم اور خودمختاری کے ذریعے ممکنہ طور پر کامیابی ہوسکتی ہے لیکن اسے جنوبی ایشیا میں اقلیتوں کے تحفظ کا ماڈل نہیں سمجھا جاسکتا۔ جنوبی ایشیا کو بقائے، باہمی اور رواداری کے اپنے ماڈل تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

اس صورتحال میں واحد قابل اطمینان امر سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کے ایک حصے میں بڑھتی ہوئی یہ آگاہی ہے کہ اقلیتوں اور مقامی باشندوں کیلئے اختیارات کی تقسیم اور وفاق پسند سماج کی تخلیق امن اور استحکام کیلئے ناگزیر ہے۔ مئوخر الذکر کے حوالے سے ہم نے بنگلہ دیش، بھارت، نیپال، پاکستان اور سری لنکا کی ''مرکزی دھارے'' کی آبادی کے اندر جدوجہد کرتی اقلیتوں کیلئے ہمدردی اور حمایت میں اضافے کا مشاہدہ کیا ہے۔ جنوبی سری لنکا میں امن کی آواز ملک میں وفاق پسند نظام حکومت کے مطالبے کی حامی نظر آتی ہے۔ یہ شمالی اور مشرقی سری لنکا میں تاملوں کی خودمختاری کے حق کی حمایت کرتی ہے۔ نیپال اور بنگلہ دیش میں ایسی آوازیں موجود ہیں جو کہتی ہیں کہ آدی واسیوں اور جنا جاتیوں کو ریاستی امور میں ان کا جائز حق ملنا چاہیئے۔ بھارت میں

MashalBooks.org

شہری، سیاسی، ماحولیاتی اور خواتین کے حقوق کی تحریکیں بھی اقلیتوں، آدی واسیوں اور قبائلیوں کے حقوق کی جدوجہد میں ان کی ہمرکاب ہیں۔ بھارت کی عام آبادی بھی گزشتہ عام انتخابات میں دائیں بازو کی جماعتوں کو مسترد کر کے مذہبی لسانی تشدد کے خلاف بنیادی مزاحمت کے طور پر ابھری ہے ہم اس کتاب کو اس خطے میں انسانی حقوق کے محافظوں سے منسوب کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ یہ کتاب انسانی اور سیاسی حقوق کے کارکنوں اور طلبا کیلئے ممدومعاون ثابت ہوگی۔

تپن کمار بوس
کھٹمنڈو، ستمبر 2006

MashalBooks.org

## باب اول

# شناخت کی سیاست

### اقلیتوں اور اکثریت کے حقوق کی تشریح:۔

کسی اقلیت کو تسلیم کرنا اقلیتی حقوق کے تحفظ کی سمت میں ایک اہم شرط ہے۔ بین الاقوامی کنونشن، اعلامیے اور ادارہ جاتی میکانزم اقلیتی حقوق اور ضرورتوں کی فراہمی کے لئے فریم ورک مہیا کرتے ہیں۔ تاہم اس بات کی کوئی متفقہ بین الاقوامی تعریف موجود نہیں کہ کون سا فرد یا گروپ ان حقوق کا حامل ہے؟۔ جنوبی ایشیا کی مختلف ریاستیں اس بات کی مختلف تشریح کرتی ہیں کہ کوئی اقلیت کیسے معرض وجود میں آتی ہے۔ پاکستان صرف مذہبی اقلیتوں کو تسلیم کرتا ہے اور سندھی، بلوچ، پشتو، قومیتوں یا نئی مذہبی اقلیت احمدیوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ بنگلہ دیش آئینی طور پر یہ تسلیم نہیں کرتا کہ ملک میں کوئی لسانی، مذہبی یا نسلی اقلیتیں موجود ہیں۔ سری لنکا کی اقلیتوں کے حقوق کا معاملہ نسلی طور پر اتنا منقسم ہے کہ ماضی قریب تک میں بھی تیسری برادری مسلمان اس خلا سے نکل گئی۔ اس کے علاوہ سماجی (محروم ذات) اقلیتوں یا مقامی گروہوں کو بھی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ جہاں تک بھارت کا تعلق ہے تو وہ دلتوں کو اقلیت تسیلم نہیں کرتا اور ریاستی ادارے یک نسلی ہندو شناخت کو جائز قرار دینے کا رجحان رکھتے ہیں جس سے مذہبی اقلیت کی کیٹیگری سے کئی مذہبی فرقے خارج ہو جاتے ہیں۔ آئینی لحاظ سے وہاں مذہبی اور لسانی اقلیتوں کی ثقافتی کیٹیگری میں بناوٹ نظر آتی ہے جبکہ اقتدار اور سیاست میں نمائندگی کے پہلو سے گریز دکھائی دیتا ہے۔ اپریل 2006 میں انقلاب سے قبل نیپال اپنے کثیر المذہبی کردار سے انکار کرتا تھا اور لسانی اور اس نے نسلی اقلیتوں کو

MashalBooks.org

نظر انداز کرنے کو ادارہ جاتی حیثیت دی۔ بھوٹان اپنی کثیر نسلی آبادی کو ایک ''قوم'' ایک عوام پر مشتمل ریاست بنانے کا خواہاں ہے۔

جنوبی ایشیا کے کسی ملک میں مقامی قدیم باشندوں(Indigenous Population) کتاب میں آگے اصل باشندے کی اصطلاح انہی لوگوں کیلئے استعمال کی گئی ہے۔ مترجم) کی موجودگی باضابطہ طور پر تسلیم نہیں کی جاتی۔ اقلیتی یا مقامی آبادیاں یا لوگ ایسے تصورات ہیں جو منقسم مگر امتیاز اور بے اختیاری کے مشترکہ تناظر سے باہم منسلک ہیں۔ بین الاقوامی قانون کے تحت شناخت تسلیم کرنے کا عمل حقوق اور مطالبات ریاستی ذمہ داری کے زمرے میں آتے ہیں۔

اقوام متحدہ اقلیت کی تعریف پر متفق ہونے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوسکی۔ درست تعریف کی عدم موجودگی کے بھی اپنے فوائد ہیں لیکن یہ کئی سماجی تاریخی دھڑے بندیوں کو شناخت دینے سے پہلوتہی کا بھی باعث ہے۔ بین الاقوامی قانون میں یہ درجہ بندیاں کئی قسم کے حقوق سے منسلک ہیں۔ ان میں حق خود ارادیت بھی شامل ہے جو ایک اقلیت کو میسر نہیں ہے۔ قوم۔ ریاست کے فریم ورک کو تصوراتی شکل دینے کا عمل قانونی پیچیدگیوں کا شکار ہے جو ایک ایسی متصادم صورتحال کا شاخسانہ ہے جس میں اقلیتوں کے تحفظ کا لبرل ایجنڈا ایک ثقافتی شناخت کے ذریعے کسی قوم کو جوڑنے کے سیاسی پراجیکٹ کے ساتھ بمشکل اپنا وجود برقرار رکھتا ہے۔

## اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا تاریخی ارتقا

ایسی تحریکیں جو نسلی تفریق کو ابھارتی رہی ہیں دنیا کی جغرافیائی تبدیلیوں کا جزو لازم ہیں۔ البتہ سترھویں صدی میں حد بندی پر مشتمل ریاست وجود میں آنے اور یہ تصور کہ ایک سیاسی معاشرہ مخصوص علاقے کا ''مالک'' ہونا چاہیئے اور یہ حق ملکیت اس علاقے میں موجود افراد کے قانونی حقوق اور ذمہ داریوں کے تعین کا اختیار دیتا ہے کہ بعد ملکیت اور کنٹرول کے سوالات اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ انیسویں صدی اور آزادی کا دور آنے کے بعد پرانی سلطنتیں ٹوٹ پھوٹ گئیں تو قوم پرستی اور ری پبلکن ازم کے نظریے کو ایک قوم اور ایک لوگ کے سیاسی ڈھانچے سے جوڑ دیا گیا لیکن یہ قومی ریاست ہم نسل(Homogenous) نہیں تھی۔ اس کی حدود میں اکثر مختلف قومیت، نسل، زبان اور مذہب کے حامل عددی طور پر چھوٹے افراد بھی شامل ہوتے تھے۔ یہ دراصل ایسی

MashalBooks.org

اقلیتیں تھیں جن کے اپنے ''آبائی وطن'' کی تاریخ تھی اور وہ کسی اور معاشرے میں جذب نہیں ہونا چاہتی تھیں۔ اس کے علاوہ عملی جمہوریت کی روایات نے جنم لیا جس سے ''مستقل'' اقلیتوں اور اکثریتوں کا وجود سامنے آیا۔

تاریخی اعتبار سے ریاست کے اندر اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں ناکامی کا نتیجہ بڑے اندرونی اور بین الاقوامی تنازعات کی صورت میں نکلا۔ اس طرح بین الاقوامی تشویش میں اضافہ ہوا اور تیزی سے ابھرتے ہوئے ''بچانے کی ذمہ داری'' کا نظریہ خودمختار ریاستوں کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کے اصولوں سے تصادم کی راہ پر گامزن ہونے لگا۔ جنگ عظیم اول کے بعد کا سیاسی نظام اور وسطی یورپ کے بلقانی خطے میں تبدیلی کے باعث مفتوحہ علاقوں میں اقلیتوں سے متعلق معاہدوں کا ڈھانچہ تیار ہوگیا لیکن یہ عمومی بین الاقوامی معیارات کی تشکیل نہیں تھی۔ لیگ آف نیشنز ان معاہدوں کی ضمانت تھی اور جیسے ہی یہ ادارہ ختم ہوا تو تمام معاہدے بھی اپنی موت آپ مر گئے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد کے دور کے بین الاقوامی نظام میں ''لسانی'' بنیاد پر ہم نسلی کا معاملہ وجہ تنازع بن چکا تھا اور خاص قوم پرستی کے نظریات اپنی وقعت کھونے لگے۔ سرد جنگ سے مغلوب نظام مختلف ریاستوں کے انہدام اور نوآبادیاتی ڈھانچوں کی آزادی جو لسانی گروپوں کے اتحاد کی تحریکوں کے زیر اثر تھی سے زیادہ مطابقت رکھتا تھا۔ اقوام متحدہ کے ضابطہ ہائے کار میں مخصوص حقوق کی بجائے عالمگیر تحفظ کے اصول پر زور دیا گیا۔ اقوام متحدہ کا چارٹر اقلیتوں کے بارے میں بالکل خاموش ہے اور صرف مساویانہ حقوق کی فراہمی کی بات کرتا ہے۔ انسانی حقوق کے عالمگیر ڈیکلریشن میں اقلیتوں کے حقوق کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ یہ مساوات اور لوگوں سے بلا امتیاز برتاؤ پر زور دیتا ہے۔ کئی ریاستوں نے اقلیتوں کے مسائل پر غور کرنے اور اقوام متحدہ اور علاقائی حکومتی اداروں کی کوششوں کو اپنا اندرونی معاملہ قرار دے کر روک دیا اور ایسا 1966 تک ہوتا رہا۔ اس کے بعد شہری اور سیاسی حقوق پر بین الاقوامی علامیے میں اقلیتوں کے مخصوص حقوق کا حوالہ دیا گیا (آرٹیکل 27) جس کے تحت اقلیتیں بھی کسی کمیونٹی کے دیگر گروپوں کے ساتھ اپنے ثقافتی، مذہبی اور لسانی حقوق حاصل کر سکتی ہیں۔

1990 کے عشرے تک اقوام متحدہ کے اقلیتوں پر ذیلی کمیشن نے ناقابل ذکر پیشرفت کی۔

MashalBooks.org

البتہ قومیت، زبان، نسل اور مذہب کی بنیاد پر اقلیت سے تعلق رکھنے والے افراد کیلئے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک ڈیکلریشن کی منظوری دی (1992)۔ اس میں یورپ کے پرانے مسئلے یعنی پرتشدد لسانی تنازعات کے دوبارہ سر اٹھانے پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔ یہ ڈیکلریشن اگرچہ کسی کو لازماً عملدر آمد کرنے کا پابند نہیں کرتا لیکن اس میں پہلی بار کسی بین الاقوامی دستاویز میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی بات کی گئی اور اس طرح اخلاقی طور پر یہ بہت بڑا جواز رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں اقوام متحدہ کی طرف سے امتیازی سلوک روکنے کی محدود کوششوں سے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے سیاسی کردار کے زیادہ وسیع اور متحرک دائرہ کار کی طرف پیشقدمی کی گئی ہے۔ نسلی تشدد اور اصل باشندوں کی جدوجہد کے حوالے سے نئی فکر میں عوامی امور میں اقلیتوں کی شرکت کے حق کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

بین الاقوامی سطح پر مختلف اقسام کے میکانزم کی تیاری میں پیشرفت کے متوازی طور پر یوگو سلاویہ میں نسلی تصادم اور اس سے منسلک نسلی تنازعات نے یورپی اقوام کو تصادم سے بچاؤ کی پیشگی حکمت عملی تیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ کانفرنس برائے سلامتی وتعاون یورپ (جسے بعد ازاں او ایس سی ای کا نام دیا گیا) اور کونسل آف یورپ نے میکانزم کی تیاری میں بازی لے گئیں۔ اس میکانزم میں فریم ورک فار پروٹیکشن آف نیشنل مینارٹیز (1995) شامل تھا جس کا زیادہ تر مقصد مشرقی او رسطی یورپ میں ''قومی'' اقلیتوں کا تحفظ کرنا تھا۔ مختلف ملکوں میں اقدامات کرنے کے اختیارات کے حامل ہائی کمشنر برائے قومی اقلیت کا تقرر عمل میں لایا گیا۔

مغربی یورپ کی کچھ حکومتوں نے اپنے ملکوں میں اقلیتوں کے تحفظ کے ان نئے اقدامات کی مخالفت جاری رکھی۔ اس معاملے کا مرکزی جز وریاستی امور میں مداخلت کے بارے میں بعض مما لک کی حساسیت اور علاقائی سالمیت اور عوام کا حق خودمختاری تھا۔ علاقائی سطح پر کونسل آف یورپ اور OSCE نے اس تصادکو اقلیتوں کی خواہشات سے نمٹنے کیلئے خودمختاری اور وفاقی ڈھانچے کے نکتے سے حل کرنے کی کوشش کی تاہم چونکہ خودمختاری کے تصور کی قانوناً تشریح نہیں کی گئی لہٰذا ہر کیس میں اس کی نئی شکل سامنے آنے لگی۔

موجودہ دور تو جمہوریت انسانی حقوق اور قانون کی حکمرانی کا عرصہ قرار دے کر سراہا گیا ہے لیکن نام نہاد ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' میں حقوق کو کچلا جا رہا ہے۔ اس جنگ سے

نفرت انگیزی اور نسل پرستانہ سوچ عود کر آئی ہے جس سے قانون کی حکمرانی شدید متاثر ہوتی ہے۔ مختلف ریاستوں نے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے تناظر میں اقلیتوں کے سیاسی کردار سے انکار کرنا شروع کر دیا۔ بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کے خلاف جنگ نے انسانی بنیادوں پر جارحانہ مداخلت کے نظریات کو بھی جنم دیا۔ امریکی قیادت میں مداخلت کے بین الاقوامی نظام نے اقوام متحدہ کے نیک ارادوں پر سوالیہ نشانات لگا دیے۔ جیسا کہ قتل عام، جنگی جرائم، نسلی صفائی اور انسانیت کے خلاف جرائم سے انسانوں کے بچاؤ کی ذمہ داری کا اقوام متحدہ کا 2005 کا ڈیکلریشن ہے۔

مثبت اقدامات کا ذکر کریں تو اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کی جگہ انسانی حقوق کونسل کا قیام ہے جس کی منظوری جنرل اسمبلی نے دی۔ انسانی حقوق کمیشن اکنامک اینڈ سوشل کونسل کا ذیلی ادارہ تھا۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ میں 2 نئے عہدے بھی تخلیق کئے گئے۔ ان میں قتل عام سے بچاؤ پر سیکرٹری جنرل کے خصوصی مشیر کا تقرر اور دوسرا 2005 میں اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق کی طرف سے خودمختار ماہر کا تقرر جو اقلیتوں کے امور پر گہری نظر رکھتا ہے۔

## اقلیت کی قابل عمل تعریف:۔

غالباً ''اقلیت'' کی سب سے قابل قبول اور جامع نظریاتی تعریف اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک روکنے کیلئے اقوام متحدہ کے ذیلی کمیشن کے خصوصی نمائندے فرانسسکو کاپوٹورٹی (Francesco Capotorti) نے کی ہے۔ شہری اور سیاسی حقوق پر بین الاقوامی قاعدے کے آرٹیکل 27 کے تحت ایک اقلیتی گروہ وہ ہے۔

''وہ گروپ جو کسی ریاست کی دیگر تمام آبادی کے مقابلے میں عددی طور پر چھوٹا اور کمتر پوزیشن میں ہو جس کے ارکان دیگر آبادی کی بہ نسبت مختلف نسلی، مذہبی اور لسانی شناخت کے حامل ہوں اور جو اپنی ثقافت، روایات، مذہب یا زبان کے تحفظ کے لئے ایک گونہ احساس یکجہتی رکھتے ہیں''۔

فرانسسکو کاپوٹورٹی نے کسی گروہ کو اقلیت قرار دینے کا ایک خاص خارجی اور نفسی معیار وضع کیا ہے۔ خارجی معیار بتاتا ہے کہ کسی اقلیت کو نہ صرف عددی طور پر کم ہونا چاہیئے بلکہ وہ ان کی

حیثیت بھی کم تر ہونی چاہیئے۔ جبکہ نفسی معیار یہ بتاتا ہے کہ ایسا گروپ اپنی ثقافت، روایات، مذہب یا زبان کے تحفظ کیلئے ایک ایک گونہ احساس یکجہتی بھی رکھتا ہو۔

کھٹمنڈو میں 1998 میں SAFHR کے زیر اہتمام اقلیتوں کے حقوق پر ایک وسیع النظر مباحثہ ہوا۔ جس میں جنوبی ایشیا والوں نے محسوس کیا کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس میں وہ گروہ شامل نہیں جو اپنی تعریف کی بنیاد محفوظ نہیں کرنا چاہتے، مثلاً دلت (جنوبی ایشیا کی اچھوت، محروم ذات) جن کی شناخت برتر ذاتوں نے مسلط کی ہے اور انہیں غیر مطلوب اور غیر اہم قرار دیا گیا۔ مباحثے میں جنوبی ایشیا کے بعض شرکا کاپوٹورٹی کے کولیگ جولیس ڈی شینی کی تعریف کے زیادہ معترف تھے جنہوں نے اپنی تعریف میں اقلیتوں کی اپنی شناخت کے تحفظ کیلئے کوششوں کی جگہ ان کی اپنی اور اکثریت کے برابر مساوات کی اجتماعی خواہش کا ذکر کیا ہے۔ اقوام متحدہ کے ذیلی کمیشن نے 1985-86 کی اپنی قرارداد میں بھی ڈی شینی کی اقلیتوں سے متعلق تعریف استعمال کی۔

''شہریوں کا ایک ایسا گروہ جو کسی ریاست میں عددی اور حیثیت کے لحاظ سے کمتر ہو۔ جس کی لسانی، مذہبی اور نسلی شناخت باقیماندہ اکثریت سے مختلف ہو۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ یکجہتی کا احساس رکھتے ہوں۔ وہ حقیقت میں اور قانون کے تحت اکثریت کے برابر حقوق اور اپنی بقا کی اجتماعی خواہش رکھتے ہوں''۔

اگرچہ جہاں مرکزی دھارے میں جذب یا شامل ہونے کی خواہش سے متعلق دلائل کا اطلاق ان نسلی اقلیتوں پر ہوتا ہے جو زیادہ تر تارکین وطن پر مشتمل ہیں یا پھر یہ دلائل بھارت میں اچھوتوں جیسی سماجی اقلیتوں سے متعلق ہیں لیکن ان کا اطلاق قومیتی یا لسانی اقلیتوں پر نہیں ہوتا۔ درحقیقت یہ ان اقلیتوں کی طرف سے اپنی شناخت کے تحفظ کی خواہش ہے جنہیں اکثریت مشکوک انداز میں دیکھتی ہے۔

اسی طرح ''اکثریت'' کے بطور عددی تصور کی بھی چھان بین کی گئی ہے کیونکہ بعض صورتوں میں اکثریت بھی کمتر پوزیشن میں ہوسکتی ہے۔ محروم اور مطعون ہوسکتی ہے۔ (جیسا کہ جنوبی بھوٹان کی لہوٹسمپا آبادی ہے) یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ عددی طور پر کم گروہ ماتحت پوزیشن میں ہوں (جیسا کہ بھوٹان کا ڈرکپا ناگالونگ قبیلہ) یا پھر پسماندہ یا مواقع تک نسبتاً کم رسائی رکھنے والا گروہ (مثلاً نیپال کے نیواڑی یا پاکستان بننے کے بعد بطور مہاجر آباد ہونے والے لوگ) سری لنکا کی نسلی